ہونے کا فیصلہ کر کے ایک مثبت اور مضبوط قدم اٹھایا ہے۔ جناب قاضی حسین احمد اب فرماتے ہیں کہ ہم نے دل پر پتھر رکھ کر سترہویں آئینی ترمیم کو قبول کیا تھا۔ لیکن حکومت اپنے وعدوں سے مکر گئی ہے۔ اب تحریک کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ اے کاش! مجلس عمل سترہویں ترمیم کے پتھر کو دل پر نہ رکھتی اور یہ پتھر چوم کر رکھنے کی نوبت نہ آتی۔ بہر حال دیر آید درست آید کے مصداق اب مجلس عمل کو بھی تاریخی کردار ادا کرنا ہوگا۔ آخر اب کچھ نہ کچھ تو ہونا ہے اور اونٹ نے کسی کروٹ ضرور بیٹھنا ہے۔ پرویز بادشاہ وردی سمیت جاتے ہیں یا وردی اتار کر' بہر حال انہیں اب جانا ہے۔ بگل بجنے لگے ہیں، شب ڈھلنے لگی ہے، سحر ہمکنے لگی ہے، خزاں دبکنے لگی ہے، ہوا سنکنے لگی ہے، کلی چٹکنے لگی ہے اور فضا مہکنے لگی ہے۔ اس لیے پرویز بادشاہ کی خدمت میں گزارش ہے کہ وہ اب مزید گلوں کا دل نہ دکھائیں۔ وہ اپنے کیے گئے اقدامات کا ازالہ تو نہیں کر سکتے لیکن عافیت سے گھر جانے کی تدبیر ضرور کر سکتے ہیں۔

پاسپورٹ سے مذہبی خانے کا اخراج......قادیانی لابی کی نئی سازش:

گزشتہ ماہ حکومت نے کمپیوٹرائزڈ ریڈ ایبل نئے پاسپورٹ کے اجراء کا فیصلہ کیا اور اس نئے پاسپورٹ سے مذہب کا خانہ بھی حذف کر دیا ہے۔ ہمارے نزدیک یہ ملک کی نظریاتی اساس کے خلاف ایک گھناؤنی سازش ہے۔ مسلمانوں کے اجماعی عقیدہ وایمان پر اوچھا وار اور کاری ضرب ہے' جسے کسی بھی صورت میں قبول نہیں کیا جائے گا۔

۲۶ رنومبر کے جمعہ کو آل پارٹیز مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے امیر حضرت خواجہ خان محمد مدظلہ اور مجلس احرار اسلام کے امیر حضرت سید عطاء المہیمن بخاری کی اپیل پر ملک بھر میں اس حکومتی اقدام کے خلاف یومِ احتجاج منایا گیا۔ اجتماعات میں حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ حکومت فوری طور پر پاسپورٹ میں مذہب کا خانہ بحال کرے اور پاسپورٹ کی سابقہ حیثیت بحال کرے۔

پرویز بادشاہ جس روز سے سریر آرائے سلطنت وحکومتِ خداداد پاکستان ہوئے ہیں' وہ پوری شد ومد کے ساتھ پاکستان کو ایک سیکولر ریاست بنانے میں مصروف ہیں۔ اس باب میں وہ نہایت ''شدت پسند'' اور ''انتہا پسند'' واقع ہوئے ہیں۔ وہ اور ان کے ہم نوا قادیانیت نوازی کا مسلسل مظاہرہ کر رہے ہیں۔ حکومتی اداروں میں موجود قادیانی اسٹیبلشمنٹ اپنے امریکی وبرطانوی آقاؤں کی شہ پر حکومت پر اثر انداز ہو رہی ہے۔ ہمارے اس دعوے کے ثبوت میں پاسپورٹ سے مذہب کے خانے کا خاتمہ اور ۱۴ ار اکتوبر کو صحافیوں کے ساتھ پرویز مشرف صاحب کی گفتگو کے یہ جملے ہی کافی ہیں جو انہوں نے جناب ارشاد احمد حقانی کے سوال کے جواب میں کہے کہ: ''بدقسمتی سے ہمارے ہاں ماضی میں انتہا پسند مذہبی عناصر کے دباؤ کے آگے جھک جانے کا رویہ اختیار کیا گیا جیسا کہ بھٹو نے کیا۔ اب ہمیں یہ نہیں کرنا۔'' (''جنگ'' ملتان۔ ۱۷ اکتوبر ۲۰۰۴ء)

بقیہ صفحہ ۲۳ پر